محمد ارشد کمال

امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت بارہ سالوں پر محیط ہے۔ اس دوران میں ملک نے بڑی ترقی کی، بہت سے علاقے زیر نگیں ہوئے، مال کی فراوانی ہوئی لیکن افسوس کہ خلافت کے آخری دور میں آپ رضی اللہ عنہ سخت مشکلات اور مصیبتوں میں گھر گئے۔ آپ کے خلاف سازشیں ہونے لگیں اور پھر ایک ایسے فتنے نے جنم لیا جس کے نتیجے میں آپ شہید کردیے گئے۔ آپ کی شہادت کے ساتھ ہی امت مسلمہ کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا اور فتنوں کا ایسا سیلاب امنڈ آیا جو آج تک ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا۔

امام ابوبکر محمد بن حسین الآجری فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عثمان کو کس نے شہید کیا تھا تو اسے کہا جائے گا کہ (ان کو شہید کرنے والے) مختلف لوگ تھے جنھیں اللہ نے بدنصیبی کا شکار کیا کہ انھوں نے عثمان سے حسد رکھتے ہوئے اور ان کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے انھیں شہید کیا۔ وہ لوگ فتنہ پیدا کرنا چاہتے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے درمیان اختلاف پیدا کرنا چاہتے تھے۔ دنیا میں انھیں جو بدنصیبی حاصل ہوئی وہ تو ہوئی، آخرت میں انھیں جو کچھ ملے گا وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (الشریعۃ، ص: ٥٣٣)

نبوی پیشین گوئیاں:

❋ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں اس بات کی پیش گوئی فرما دی تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آزمائش میں مبتلا ہوں گے۔

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مدینہ کے باغوں میں سے کسی باغ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جسے آپ مٹی اور پانی

میں مار رہے تھے۔ اس دوران میں ایک آدمی آیا اور اس نے دروازہ کھلوانا چاہا۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''دروازہ کھول دو اور اس (آنے والے) کو جنت کی خوش خبری سنا دو۔'' میں گیا تو وہاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے، میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور انھیں جنت کی خوش خبری سنائی پھر ایک اور آدمی نے دروازہ کھلوانا چاہا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے بھی جنت کی خوش خبری سنا دو۔'' اس مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور انھیں جنت کی بشارت دی۔ پھر ایک تیسرے آدمی نے دروازہ کھلوانا چاہا اس وقت آپ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوش خبری سنا دو، لیکن اس کو دنیا میں آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔'' میں گیا تو وہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور جنت کی خوش خبری سنائی اور وہ بات بھی بتائی جو آپ ﷺ نے فرمائی تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ ہی مددگار ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٢١٧)

❊ آپ ﷺ نے یہ بھی پیش گوئی فرمائی تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اتنے میں پہاڑ لرزنے لگا تو آپ نے فرمایا: ''احد ٹھہر جا، کیونکہ اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔'' (صحیح البخاری: ٣٦٧٥)

سیدنا عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو تین چیزوں سے بچ گیا وہ نجات پا گیا۔'' آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ (تین چیزیں یہ ہیں): ''میری موت، فتنہ دجال اور حق پر ڈٹ جانے والے فیاض وسخی خلیفہ قتل۔''

(مسند احمد: ٤/ ١٠٦ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس امت میں بارہ خلیفے ہوں گے، ان میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ الصدیق ہوں گے تم نے انھیں اسم بامسمیٰ پایا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ الفاروق ہوں گے (گویا) وہ لوہے کے بنے ہوئے ہیں تم نے انھیں بھی اسم بامسمیٰ پایا اور سیدنا عثمان

بن عفان رضی اللہ عنہ ذوالنورین ہوں گے وہ دوگنی رحمت سے نوازے گئے ہیں۔ مظلوم شہید کیے جائیں گے،تم نے انھیں بھی اسم با مسمیٰ پایا۔ (تاریخ دمشق : ۳۹/ ٤٧٦ وسندہ حسن)

منصوبہ بند سازش:

شہادت عثمان کے پیچھے وہ خفیہ قوتیں تھیں جنہیں اسلام کا عروج ایک پل بھی گوارا نہ تھا۔ جہادی میدانوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں پٹنے کے بعد انھیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ اب ہم میدانوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے سو انھوں نے ایسے افراد تیار کیے جنھوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں ان منافقین کے اس مکروہ چہرے کی خبر دے دی تھی۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے، ہم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا تو ہم ایک طرف جا کر جمع ہوگئیں۔ تاکہ آپ آزادی سے گفتگو کر سکیں، بات چیت ہوتی رہی۔ آخر میں آپ نے ان کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ''عثمان! امید ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافقین تم سے اس قمیص کو اتارنے کا مطالبہ کریں تو مجھے ملنے تک اس قمیص کو نہ اتارنا۔'' آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: یہ حدیث اب تک کہاں تھی؟ تو انھوں نے فرمایا: میں بھول گئی تھی، اللہ کی قسم! مجھے یاد نہیں رہی تھی۔ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بتلائی لیکن انھیں میری خبر پر تسلی نہ ہوئی یہاں تک کہ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خط لکھا کہ وہ یہ حدیث لکھ بھیجیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک تحریر ان کو بھجوا دی جس میں یہ حدیث لکھی ہوئی تھی۔ (مسند احمد: ٦/ ٨٦، ٨٧ وسندہ صحیح)

ان منافقین نے اندر ہی اندر حکومت کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ یہ لوگ امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہر کام میں میخ نکالتے اور آپ کو ہر طریقے سے بدنام کرنے



کی کوشش کرتے۔ یوں انھوں نے بہت جلد کمزور ایمان والے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

ابوسعید مولیٰ ابی اسید کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ذوالحلیفہ میں ایک قافلہ ٹھہرا ہے، میں ان کی طرف جا رہا ہوں تم میں سے جو شخص (میرے ساتھ) جانا چاہے وہ ضرور چلے۔

ابوسعید کہتے ہیں: میں (ان کے ہمراہ) جانے والوں میں سے تھا۔ ہم ان (قافلے والوں) کے پاس آئے وہ جانوروں کے باڑے کی چھت تلے بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے باغ کے درمیان سے ان کو دیکھا، ان میں ایک نوجوان گود میں قرآن لیے بیٹھا تھا وہ کہنے لگا: امیر المومنین! آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

﴿مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾﴾ (یونس: 59)

''جو اللہ نے تمھارے لیے رزق اتارا پھر تم نے اس میں سے کچھ حلال اور کچھ حرام بنا لیا، کہہ دو: کیا اللہ نے تمھیں یہ اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔''

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک عمر نے ایک چراگاہ مقرر کی تھی اب جب صدقہ بڑھ گیا ہے تو میں نے اس میں اضافہ کر دیا۔ بہرحال جو کوئی اس میں (اپنے جانور) چرانا چاہے وہ چرا سکتا ہے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرتا ہوں اور اس سے معافی مانگتا ہوں۔ یہ سن کر وہ سب کہنے لگے: امیر المؤمنین! آپ نے (رجوع کر کے) بہت اچھا کیا ہے۔ پھر انھوں نے کہا: امیر المؤمنین! کیا بیت اللہ کے (حج کے) لیے اجازت ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا: میری رائے یہ تھی کہ جہاد حج سے افضل ہے (جب جہاد کے لیے اجازت ضروری ہے تو حج کے لیے بھی ہونی چاہیے) بہرحال اب اگر تم سب کی یہ رائے ہے تو میں سب لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ جو کوئی حج کرنا چاہے وہ ضرور حج کرے (کوئی روک ٹوک نہیں)۔ میں اللہ کے ہاں توبہ کرتا ہوں اور اس سے معافی مانگتا ہوں۔ اس پر وہ کہنے لگے: امیر المؤمنین!

بے شک آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ انھوں نے چند اور باتیں بھی آپ سے پوچھیں آپ نے ان سے توبہ کی اور رجوع کیا۔ ہر بار وہ یہی کہتے کہ امیر المؤمنین! آپ نے بہت اچھا کیا۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب تم اپنے (علاقے کی طرف) لوٹ جاؤ اور وہ لوٹ گئے۔ پھر آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں نے ایسا کوئی قافلہ نہیں دیکھا جو امیر المومنین کے حق میں اس قافلے سے بہتر ہو۔ اللہ کی قسم! انھوں نے حق ہی کہا اور حق ہی پوچھا۔ پھر وہ قافلے والے آپ کی طرف واپس آ گئے۔ آپ نے انھیں جھانکا اور فرمایا: جب میں نے تمھیں حق دے دیا ہے تو پھر اب تمھیں کون سی چیز واپس میری طرف لے آئی ہے؟ انھوں نے کہا: تمھارا خط۔ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس! اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو ہلاک نہ کرو۔ اللہ کی قسم! میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ ہی میں نے لکھوایا ہے۔ یہ سن کر اشتر کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں اس بندے کی قسم سن رہا ہوں۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس کے ساتھ چال چلی گئی ہے اور اس نے تمھارے ساتھ چال چلی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ آپ پر چڑھ دوڑے اور (مار مار کر) آپ کو نیچے بچھا دیا حتی کہ آپ شدید زخمی ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: تم کس جرم میں ان کو قتل کر رہے ہو؟ جب وہ خطا پر تھے اس وقت تم نے انھیں چھوڑے رکھا اور جب وہ (خطا سے) پاک وصاف ہو گئے ہیں تو تم انھیں قتل کر رہے ہو۔ یہ سننا تھا کہ وہ لوگ ان کو بھی نیزوں کے ساتھ مارنے لگ پڑے، حتی کہ وہ پہلو کے بل گر پڑے اور فرمانے لگے: آؤ، مجھے قتل کرو۔ بے شک میری ماں نے میرا نام درست رکھا تھا جس وقت اس نے میرا نام سعد (نیک بخت) رکھا تھا (کہ اب اگر امیر المؤمنین کے دفاع میں شہید ہو جاؤں تو اس سے بڑی نیک بختی کیا ہوگی) اشتر نے آ کر ان لوگوں کو روکا اور کہا: اللہ کے بندو! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو قربانی کے جانور سمجھ لیا ہے؟ سعد وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ یا اللہ! میں مکہ سے اپنے دین کو لے کر مدینہ کی طرف بھاگا تھا اور اب میں مدینہ سے واپس مکہ کی طرف بھاگ رہا ہوں۔

(تاریخ المدینۃ المنورۃ لابن شبۃ: ۱۹۷۱ وسندہ صحیح)

ابوسعید ہی سے مروی ہے، کہتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سنا کہ اہل مصر کا ایک وفد آیا ہے تو آپ نے ان کا استقبال کیا اس وقت آپ مدینہ سے باہر ایک بستی میں تھے جب انھوں نے آپ کی ادھر موجودگی کا سنا تو وہ آپ سے ملاقات کے لیے اس جگہ آئے جہاں آپ موجود تھے۔ آپ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ مدینہ میں آ کر آپ سے ملیں۔ بہرحال وہ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: قرآن منگوایئے۔ آپ نے قرآن منگوایا تو انھوں نے کہا: ساتویں سورت نکالیں۔ وہ لوگ سورہ یونس کو ''ساتویں سورت'' کا نام دیتے تھے۔ آپ اس سورت کی تلاوت کرنے لگے یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۹﴾ (یونس : 59)

''کہہ دو، کیا تم نے دیکھا جو اللہ نے تمھارے لیے رزق اتارا پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا۔ کہہ دو: کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔''

تو وہ لوگ کہنے لگے: ٹھہر جایئے، بتایئے کہ تم نے جو چراگاہ بنائی ہے کیا اس کی اجازت تم کو اللہ نے دی ہے یا پھر تم اللہ پر افترا پردازی کر رہے ہو؟ آپ نے فرمایا: اس آیت کو پیش نہ کرو، یہ تو فلاں فلاں امور کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جہاں تک چراگاہ کا تعلق ہے تو مجھ سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ چراگاہ صدقے کے اونٹوں کے لیے مخصوص کی تھی میں نے تو بس یہ کیا ہے کہ جب صدقے کے اونٹوں میں اضافہ ہو گیا تو میں نے چراگاہ کو بھی بڑھا دیا۔ لہٰذا یہ بات نہ کرو۔

راوی کہتا ہے: لیکن وہ لوگ اس آیت کو بنیاد بنا کر آپ کا مواخذہ کرتے رہے اور آپ یہی فرماتے رہے کہ اسے پیش نہ کرو یہ تو فلاں فلاں امور کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

راوی کہتا ہے: اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ اس وقت تک مسلمانوں میں دراڑ نہیں ڈالیں گے اور نہ ہی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوں گے جب تک وہ

(عثمان) ان کی شرائط کو پورا کرتے رہیں گے۔ پھر آپ نے ان سے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ اہل مدینہ عطیات وصول نہ کریں کیوں کہ اس مال پر مجاہدین اور بزرگ اصحاب محمد کا حق ہے (آپ نے ان کا یہ مطالبہ بھی مان لیا) اس کے بعد وہ راضی ہو گئے اور خوشی خوشی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ آگئے۔ مدینہ تشریف لانے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: (مدینے والو) سن لو! جس کے پاس کھیت ہیں وہ اپنے کھیتوں میں چلا جائے اور جس کے پاس دودھ دینے والے جانور ہیں وہ جا کر ان کا دودھ دوہے، کیوں کہ اب تمھارے لیے ہمارے پاس کوئی مال نہیں ہے، یہ مال صرف مجاہدین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ صحابہ کے لیے ہے۔ یہ سن کر لوگ غضب ناک ہو کر کہنے لگے: یہ بنو امیہ کا مکروفریب ہے۔ پھر مصری وفد راضی خوشی واپس چلا گیا۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ ایک سوار ان کے پاس آیا پھر وہ ان سے آگے نکل گیا پھر ان کی طرف واپس آیا پھر ان سے جدا ہوا اور انھیں گالیاں دینے لگا۔ یہ حرکت دیکھ کر انھوں نے اس سے کہا: تجھے کیا مسئلہ ہے؟ کیا تجھے کوئی حکم ملا ہے؟ یا کوئی اور معاملہ ہے؟ اس نے کہا: میں امیر المؤمنین کا قاصد ہوں اور مصر میں ان کے گورنر کے پاس جا رہا ہوں۔ تب انھوں نے اس کی تلاشی لی تو اس سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا ہوا خط برآمد ہوا جس پر آپ کی مہر بھی ثبت تھی اور وہ مصر کے گورنر کے نام لکھا گیا تھا۔ جس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس وفد کے ارکان کو سولی دے دے یا انھیں قتل کر دے یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ یہ دیکھ کر وہ وہیں سے پلٹے اور مدینہ آگئے یہاں وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے کہنے لگے: کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اس (عثمان) نے ہمارے بارے میں یہ حکم دیا ہے؟ آپ اس کے پاس جانے کے لیے ہمارے ساتھ آئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ انھوں نے کہا: پھر آپ نے ہماری طرف (اپنی حمایت اور بغاوت عثمان کے لیے) خط کیوں لکھے تھے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تو کبھی تمھاری طرف کوئی خط نہیں لکھا۔ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کی طرف (تعجب سے) دیکھنے لگے اور کہنے لگے: کیا تم اس شخص کی

خاطر لڑتے پھرتے ہو اس کی خاطر غیض وغضب میں مبتلا ہو؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چل پڑے اور مدینہ سے نکل کر ایک بستی کی طرف روانہ ہو گئے۔ پھر وہ لوگ خود ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: تم نے اس اس طرح کا خط ہمارے خلاف لکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: دو ہی صورتیں ہیں یا تو دو مسلمان آدمی میرے خلاف گواہی دے دیں یا پھر میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے۔ اور یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ خط کسی دوسرے آدمی کی طرف سے بھی لکھا جا سکتا ہے (یعنی جعلی خط بھی لکھا جا سکتا ہے) اور مہر جیسی دوسری مہر بھی بنوائی جا سکتی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر انھوں نے آپ کو قصر خلافت میں محصور کر دیا۔ (المصنف لابن ابي شيبة : ٣٨٨٤٥۔ فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل : ٧٦٥ ، واللفظ له ، وسنده صحيح)

ان روایتوں سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک بہت بڑی منصوبہ بند سازش کے ذریعے شہید کیا گیا اور اس کے پیچھے وہی لوگ تھے جنھیں اسلام کی ترقی اور امن و امان گوارا نہ تھا۔ پہلے امیر المؤمنین کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کرنا، پھر لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکانا اور براہ راست لوگوں کے سامنے خلیفہ سے مناظرہ اور مجادلہ پر اتر آنا، اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب جعلی اور من گھڑت خطوط کو پھیلانا، اسی منظّم سازش کا حصہ تھا۔

غور طلب بات ہے کہ مصری وفد جب اپنے مطالبے منوا کر واپس جا رہا تھا تو ایک قاصد کا ان سے ملنا، کبھی آگے بڑھنا، کبھی پیچھے ہونا اور پھر بلاوجہ انھیں گالیاں دینا یہ اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خط لکھنا اور مہر عثمانی جیسی مہر لگانا یہ سب ایک پلاننگ تھی۔ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے، ان کا اتحاد ختم کرنے، معاشرے کا امن وسکون برباد کرنے اور اسلامی مملکت کو اندر سے سبوتاژ کرنے کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو راستے سے ہٹانے کا ایک منصوبہ تھا۔ اگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قاصد کو خط دے کر بھیجا ہوتا تو اسے بار بار قافلے سے ملنے اور انھیں گالیاں دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اسے تو چاہیے تھا کہ وہ قافلے سے



نظر بچا کر نکلتا اوران سے پہلے مصر جا پہنچتا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

☆ خلافت سے دستبرداری کا مطالبہ:

باغیوں نے قصر خلافت کو گھیرے میں لے کر امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نظر بند کر دیا اور خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کرنے لگے لیکن آپ ان کا یہ مطالبہ ماننے سے انکاری تھے کیونکہ:

❊ ایک تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وصیت فرمائی تھی کہ منافقین کے مطالبے پر خلافت مت چھوڑنا، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جب وہ آئے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے ہم نے جب آپ کو اس حالت میں دیکھا تو ایک طرف جا کر جمع ہوگئیں تا کہ آپ آزادی کے ساتھ گفتگو کر سکیں۔ بات چیت ہوتی رہی۔ آخر میں آپ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ''عثمان! امید ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائے گا اگر منافقین تم سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو مجھے ملنے تک اس قمیص کو مت اتارنا۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ (مسند احمد: ٦/ ٨٦ وسنده صحيح)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے ان میں سے ابوبکر بھی ہیں اور پورے جزیرۃ العرب پر حکمرانی کرنے والا بھی ہے جس کی زندگی قابل ستائش اور موت شہادت والی ہوگی۔'' ایک شخص نے پوچھا: وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عمر بن خطاب'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''عثمان! اگر اللہ تعالیٰ تمھیں (خلافت کی) قمیص پہنائے اور لوگ تجھ سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو اسے مت اتارنا۔ اللہ کی قسم! اگر تو نے اسے اتار دیا تو جنت نہیں دیکھے گا، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ (المعجم الاوسط للطبراني: ٨٧٤٠۔ تاريخ دمشق: ٣٩/ ١٨٣ وسنده حسن)



٭ دوسرا اکبار صحابہ کا بھی یہی مشورہ تھا کہ آپ خلافت نہ چھوڑیں، چنانچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ محاصرے کے دوران میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہوئے فرمایا: مغیرہ بن اخنس کے قول کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: وہ کیا کہتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: وہ کہتا ہے کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور اس چیز کو چھوڑ دیں جو ان کے اور آپ کے درمیان ہے۔ میں (عبد اللہ) نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آپ دستبردار ہو گئے تو کیا آپ دنیا میں ہمیشہ رہیں گے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: اگر آپ دستبردار نہ ہوں تو کیا وہ آپ کے ساتھ قتل سے بڑھ کر کوئی معاملہ کر سکتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: کیا وہ جنت اور دوزخ کے مالک ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ تو میں نے کہا: پھر میں تو یہ ٹھیک نہیں سمجھتا کہ آپ اسلام میں یہ طریقہ جاری کر دیں کہ جب کوئی قوم امیر سے ناراض ہو تو وہ اسے (امارت سے) اتار دیں اور نہ ہی میں یہ ٹھیک سمجھتا ہوں کہ جو قمیص اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنائی ہے آپ اسے (لوگوں کے مطالبے پر) اتار دیں۔ (تاریخ المدینة المنورة: ۲۱۵۲ وسنده صحيح)

باغیوں کا کمینہ پن:

محاصرے کے دوران میں باغیوں نے ایسی ایسی حرکتیں کیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اور امن والے شہر مدینہ میں اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھیں۔ ظالموں نے آپ کا پانی بند کر دیا، آپ کو مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے سے روک دیا۔

ابوسعید مولیٰ ابو اسید کہتے ہیں کہ ان (باغیوں) نے آپ کو قصر خلافت میں محصور کر دیا تو ایک دن آپ نے گھر کی چھت سے ان کی طرف جھانکا اور السلام علیکم کہا، لیکن کسی آدمی کو بھی آپ کے سلام کا جواب دیتے ہوئے نہیں سنا گیا، ہاں اگر کسی نے دل میں خاموشی سے جواب دیا ہو تو الگ بات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تمھیں پتا ہے کہ میں نے میٹھا پانی حاصل کرنے کے لیے اپنے مال سے بئر رومہ خریدا تھا اور میرا اس

میں اتنا ہی حصہ تھا جتنا کہ عام مسلمانوں کا؟ جواب آیا۔ جی ہاں۔آپ نے فرمایا: تو پھر تم مجھے اس کا پانی پینے سے کیوں روکتے ہو؟ یہاں تک کہ مجھے سمندر کے (کھاری) پانی سے روزہ افطار کرنا پڑ رہا ہے؟ آپ نے مزید فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمھیں پتا ہے کہ میں نے اتنی اتنی زمین خرید کر مسجد نبوی کی توسیع کی تھی؟ جواب ملا: جی ہاں۔تو آپ نے فرمایا: کیا تم ایسے کسی بھی شخص کو جانتے ہو جسے مجھ سے پہلے مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہو؟ جواب آیا۔نہیں۔(فضائل الصحابة لاحمد: ٧٦٥۔ المصنف لابن ابي شيبة: ٣٨٨٤٥ وسنده صحيح)

باغیوں کی طرف سے آپ پر شدید سنگ باری بھی کی گئی۔ چنانچہ ابان بن عثمان کا بیان ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر مسلسل سنگ باری کی جانے لگی تو وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: چچا جان! ہمیں تو پتھروں نے مار ڈالا۔ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو باغیوں نے ان کے دائیں بائیں اس قدر پتھر برسائے کہ ان کے دونوں کندھے بے حس ہو کر رہ گئے تو انھوں نے فرمایا: بھتیجے! اپنے رعب اور وقار کو قائم رکھو اور ایسے ہی کرو جیسے میں کر رہا ہوں۔(تاريخ دمشق: ٣٩/ ٣٦٨، ٣٦٩ وسنده حسن)

قتل کی دھمکیاں:

باغیوں کو جب اپنی دال گلتی نظر نہ آئی تو وہ آپ کو قتل کی دھمکیاں دینے پر اتر آئے، وہ کہتے تھے کہ چونکہ اس شخص نے ہمارے ساتھ بدعہدی کی ہے۔اس لیے اب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس کا خون حلال کر دیا ہے اور ہمارے درمیان طے پانے والے تمام عہد و پیمان بھی اب ختم ہو چکے ہیں۔(المصنف لابن ابي شيبة: ٣٨٨٤٥ وسنده صحيح)

سیدنا ابو امامہ بن سہیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے جب کہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے۔ گھر میں ایک ایسی جگہ تھی کہ جو وہاں داخل ہوتا وہ مقام بلاط پر بیٹھے لوگوں کی باتیں سن سکتا تھا۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس جگہ گئے اور پھر ہمارے ہاں واپس آئے تو ان کا رنگ اڑا ہوا تھا۔انھوں نے بتایا کہ یہ لوگ اب مجھے قتل کر دینے کی دھمکیاں

دینے لگے ہیں۔ ہم نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ عزوجل ان کی جانب سے آپ کو کافی ہے۔ انھوں نے کہا: یہ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: ''کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے اس کے کہ اس سے تین باتوں میں سے کوئی ایک صادر ہو: اسلام کے بعد کفر۔ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا یا قصاص کے بغیر کسی کو قتل کرنا۔'' اللہ کی قسم! میں نے کبھی زنا نہیں کیا، جاہلیت میں نہ اسلام لانے کے بعد اور جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی ہے میں نے کبھی نہیں چاہا کہ میرا اس (اسلام) کے بدلے کوئی اور دین ہوتا اور میں نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا تو پھر یہ لوگ میرے قتل کے درپے کیوں ہیں؟ (سنن ابی داود: ۴۵۰۲ وسندہ صحیح)

دوران محاصرہ باغیوں سے خطاب:

※ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ ظالم قتل کے بغیر ٹلنے والے نہیں تو آپ نے اتمام حجت کے طور پر ان کے سامنے مختلف تقریریں کیں۔ یہ تقریریں نہایت پرسوز تھیں ان میں آپ نے انھیں وہ مواقع یاد کرائے جب نبی ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی۔

ثقہ تابعی ابوعبدالرحمٰن السلمی کہتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو انھوں نے اپنے گھر کے اوپر سے جھانک کر ان (باغیوں) سے فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور یہ قسم صرف نبی کے اصحاب کو دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''جس نے بئر رومہ جاری کیا اس کے لیے جنت ہے۔'' تو میں نے اسے کھود کر وقف کیا تھا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: ''جو کوئی غزوہ تبوک کے لیے لشکر تیار کرے اس کے لیے جنت ہے۔'' تو میں نے لشکر تیار کیا تھا؟ تو لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کلام کی تصدیق کی۔ (صحیح البخاری: ۲۷۷۸)

※ ایک موقع پر آپ نے باغیوں سے مخاطب ہو کر یہ بھی پوچھا کہ تم مجھے کس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو۔ شریعت نے جن تین صورتوں میں قتل کی اجازت دی ہے میں نے ان

میں سے کسی کا بھی ارتکاب نہیں کیا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے تو انھوں نے اپنے گھر کے اوپر سے مجمع کی طرف جھانکا اور فرمایا: تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے اس کے کہ اس سے تین باتوں میں سے کوئی ایک صادر ہو: وہ آدمی جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے گا۔ یا جس نے (کسی بے گناہ کو) جان بوجھ کر قتل کیا تو اس پر قصاص ہے۔ یا وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔'' اللہ کی قسم! میں نے کبھی زنا نہیں کیا، جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کا مجھ سے قصاص لیا جائے اور جب سے اللہ نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی ہے میں نے کبھی نہیں چاہا کہ مرتد ہو جاؤں۔ بے شک میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (مسند احمد: ١/ ٦٣ وسنده صحيح)

❋ جب باغیوں نے آپ کا پانی بند کر دیا اور آپ کو مسجد میں جانے سے روک دیا تو آپ نے انھیں مخاطب کیا۔

ابوسعید مولی ابی اسید کہتے ہیں: ان (باغیوں) نے آپ کو قصر خلافت میں محصور کر دیا تو ایک دن آپ نے اپنے گھر کی چھت سے انھیں جھانکا اور السلام علیکم کہا لیکن کسی آدمی کو بھی آپ کا جواب دیتے ہوئے نہیں سنا گیا، ہاں اگر کسی نے دل میں خاموشی سے جواب دیا ہو تو الگ بات ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تمھیں پتا ہے کہ میں نے میٹھا پانی حاصل کرنے کے لیے اپنے مال سے بئر رومہ خریدا تھا اور اس میں میرا اتنا ہی حصہ تھا جتنا کہ عام مسلمانوں کا۔ جواب آیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر تم مجھے اس کا پانی پینے سے کیوں روکتے ہو؟ یہاں تک کہ مجھے سمندر کے (کھاری) پانی سے روزہ افطار کرنا پڑتا ہے؟ آپ نے مزید فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمھیں پتا ہے کہ میں نے اتنی اتنی زمین خرید کر مسجد نبوی کی توسیع کی تھی؟ جواب ملا: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: کیا تم

ایسے کسی بھی شخص کو جانتے ہو جسے مجھ سے پہلے اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہو؟ جواب آیا: نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں ، کیا تم نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے میرے بارے میں کسی چیز کا اس اس طرح ذکر فرمایا ہو؟ ابوسعید کہتے ہیں: میرے خیال میں آپ رضی اللہ عنہ نے مفصل سورتوں (سورہ حجرات سے سورہ الناس تک) کی کتابت کا ذکر کیا پھر محاصرے کی خبر پھیل گئی اور لوگ کہنے لگے: امیر المؤمنین سے رک جاؤ۔ امیر المؤمنین سے رک جاؤ۔

ابوسعید کہتے ہیں: پھر اشتر کھڑا ہوا مجھے نہیں معلوم کہ وہ اسی دن کھڑا ہوا یا کسی اور دن۔ وہ کہنے لگا: ممکن ہے کہ عثمان اور تم لوگوں کے ساتھ کوئی چال چلی گئی ہو۔ تو باغیوں نے اسے پاؤں تلے روند ڈالا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر ان کی طرف جھانکا اور پند ونصائح کیں مگر ان پر کسی چیز کا کوئی اثر نہ ہوا۔ لوگوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ وہ پہلی دفعہ نصیحت سنتے تو اس کا اثر لیتے لیکن جب انھیں دوبارہ نصیحت کی جاتی تو ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ (فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل : ٧٦٥۔ المصنف لابن ابي شيبة : ٣٨٨٤٥ وسنده صحيح)

❋ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ تنبیہ بھی کی کہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو یاد رکھو نہ تم کبھی اکٹھے نماز پڑھو گے نہ دشمن سے جنگ کرو گے۔

ابو یعلی الکندی کہتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، جب کہ وہ محصور تھے تو انھوں نے ایک کھڑکی میں سے جھانکا اور فرمایا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو (اگر میری کوئی غلطی ہے تو) مجھ سے (اس کی) توبہ کروا لو۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر کبھی تم لوگ نہ تو اکٹھے ہو کر نماز پڑھو گے اور نہ کبھی اکٹھے ہو کر دشمن سے جہاد کرو گے اور تم ضرور ضرور باہم اختلافات کا شکار ہو جاؤ گے۔ یہاں تک کہ تم اس طرح ہو جاؤ گے۔ اور انھوں نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں داخل کیں (یعنی تم ایک دوسرے سے اس طرح گتھم گتھا ہو جاؤ گے) پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝۸۹﴾ (هود: 89)

''اے میری قوم! میری مخالفت تمھیں اس کا مستحق ہرگز نہ بنا دے کہ تمھیں اس جیسی مصیبت آ پہنچے جو قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو پہنچی تھی اور قوم لوط بھی ہرگز تم سے کچھ دور نہیں ہے۔''

پھر آپ نے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو بُلا بھیجا اور فرمایا: تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا: بس بس، آپ نے ان پر حجت تمام کردی ہے۔ (الطبقات لابن سعد: ۳/ ٦٧۔ المصنف لابن ابي شيبة: ۳۸۲۳۵ وسنده حسن)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باغیوں کو نصائح:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی باغیوں کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان باغیوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ کے قریب رہائش پذیر تھے۔ وہ ہر جمعہ گدھے پر سوار ہو کر مدینہ تشریف لاتے اور نماز جمعہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹ جاتے۔ جب باغی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے برانگیختہ ہوئے تو وہ (عبداللہ بن سلام) ان کے پاس آئے اور فرمایا: لوگو! عثمان کو قتل نہ کرو اور (اگر ان کی کوئی غلطی ہے تو) ان سے توبہ کروا لو۔ کیوں کہ دنیا میں کوئی امت ایسی نہیں ہے جس نے اپنے نبی کو قتل کیا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے کی کبھی اصلاح کی ہو یہاں تک کہ انھوں نے آپس میں ستر ہزار لوگوں کا خون نہ بہا لیا ہو۔ اور نہ ہی کوئی ایسی امت ہے جو اپنے خلیفہ کو قتل کرے اور پھر اللہ ان کے معاملے کی کبھی اصلاح کرے یہاں تک کہ وہ اپنے چالیس ہزار لوگوں کو قتل نہ کر لیں۔ اور کوئی امت ہلاک نہ ہو گی جب تک کہ وہ سلطان وقت کے خلاف قرآن نہ اٹھائیں۔

راوی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حمید بن ہلال سے پوچھا: سلطان وقت کے خلاف

قرآن اٹھانے سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا: کیا تم نے نفسانی خواہشات کے پجاریوں کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح قرآن کی غلط تاویل کرتے اور اس کی آڑ میں سلطان پر لعن طعن کرتے ہیں۔

(بہرحال سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا) تم عثمان کو قتل نہ کرو، لیکن ان (باغیوں) نے اس سے انکار کر دیا، پھر جب ان لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے راستے میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ جب وہ تشریف لائے تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: علی! آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: عراق جانا چاہتا ہوں؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی طرف لوٹ جائیں اس لیے کہ اگر آپ (اب) اس سے جدا ہو گئے تو پھر اسے کبھی دیکھ نہیں سکیں گے۔ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کسی ساتھی نے کہا: اگر اجازت ہو تو ہم اسے قتل کر دیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رک جا، یہ عبداللہ بن سلام ہیں۔ یہ ہم میں سے نیک آدمی ہیں۔ (السنۃ للخلال: ۷۱۱۔ تاریخ دمشق: ۳۹/ ۳۵۳ وسندہ صحیح)

ثقہ تابعی کثیر بن افلح سے مروی ہے کہ وہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے اس وقت وہ (عبداللہ) لوگوں کے ہجوم میں سے گزر رہے تھے اور فرما رہے تھے: اللہ سے ڈرو، عثمان کو قتل نہ کرو کیوں کہ عثمان کا تم پر اتنا ہی حق ہے جتنا کہ باپ کا اپنے بیٹے پر ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا: ہم انھیں قتل کر دیں گے؟ نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم انھیں قتل نہیں کریں گے۔ سیدنا عبداللہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم ضرور ضرور انھیں قتل کرو گے۔ آپ مسلسل ان (عثمان) کے قتل کی مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ میں (کثیر بن افلح) نے اپنے دل میں صاف محسوس کیا (کہ آپ کس قدر سختی سے روک رہے ہیں)۔ (تاریخ المدینۃ المنورۃ: ۲۰۵۱، وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دورانِ محاصرہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان سے مشورہ کرتے تھے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ان لوگوں کے بارے

میں کیا کہتے ہو؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ لوگ آپ سے جو چیز مانگ رہے ہیں آپ انھیں وہ دے ہی دیں۔ ہاں خلافت کا جو کرتا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنایا ہے اسے آپ (ان کے مطالبے پر) نہ اتاریں۔ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنا حصہ لے لو اور وہ ان پر کچھ خفا تھے۔ انھوں نے کہا: یہ ایسا دن نہیں ہے (کہ اس میں عطیہ لیا جائے) پھر ابن عمر ان (باغیوں) کے پاس آئے اور کہا: تم اس بزرگ کو قتل کرنے سے بچو۔ اللہ کی قسم! اگر واقعی تم نے ان کو قتل کر دیا تو نہ کبھی اکٹھے ہو کر بیت اللہ کا حج کر سکو گے، نہ کبھی اکٹھے ہو کر اپنے دشمن سے جہاد کر سکو گے اور نہ کبھی اکٹھے ہو کر اپنا مال غنیمت تقسیم کر سکو گے۔ ہاں، جسم اور مختلف خواہشات اکٹھی ہو جائیں گی۔ اللہ کی قسم! بلاشبہ میں نے اپنے آپ کو اور کثیر تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا، ہم کہتے تھے: ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان۔ (تاریخ دمشق: ٣٩/ ٣٥٦ وسنده حسن)

لڑائی سے گریز:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو امت میں خون ریزی اور خانہ جنگی گوارا نہ تھی۔ باغیوں نے آپ کا پانی بند کر دیا۔ مسجد جانے سے روک دیا لیکن آپ نے ان تمام مصائب کو حیرت انگیز صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور اپنی حمایت میں کسی کو بھی جنگ کی اجازت نہ دی اور نہ اپنے ذاتی تحفظ کے لیے مدینۃ الرسول کی حرمت پر آنچ آنے دی۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: محاصرے کے دن میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ باہر نکلیں اور ان (باغیوں) سے لڑائی کریں۔ آپ کے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی مدد کی تھی جب وہ اس سے بھی کم تھے۔ اللہ کی قسم! ان لوگوں سے لڑنا حلال ہو چکا ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لڑائی سے انکار کر دیا اور فرمایا: جس پر میری سمع و طاعت فرض ہے وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اطاعت کرے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں اس دن قصر خلافت کا امیر مقرر کیا تھا اور خود اس دن روزے سے تھے۔ (الطبقات لابن سعد: ٣/ ٦٧۔ المصنف لابن ابي شيبة: ٣٨٢٣٨

وسنده صحیح)

عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا: بے شک تم میں سے میرا سب سے بڑا معاون و مددگار وہ ہے جو (آج) اپنے ہتھیار اور ہاتھ روک لے گا۔(المصنف لابن ابي شيبة: ٣٨٢٣٦ وسنده صحيح)

ابوحبیبہ کہتے ہیں کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے محاصرے کے ایام میں مجھے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، میں سخت گرمی کے دن ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ٹیک والے پلنگ پر تشریف فرما تھے، ان کے پاس سیّدنا حسن بن علی، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پانی سے بھرے ہوئے ٹب پڑے تھے اور ایک پاٹ کی چادر رکھی ہوئی تھی (یعنی وہ چادر جس میں جوڑ نہیں ہوتا)۔ میں نے کہا: مجھے زبیر نے آپ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں آپ کا مطیع ہوں نہ میں بدلوں گا اور نہ بیعت توڑوں گا۔ لہٰذا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے گھر میں آجاتا ہوں اور قوم میں شامل ہو جاتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میں یہیں قیام کرتا ہوں، نیز بنی عمرو بن عوف نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ کل صبح وہ میرے گھر آئیں گے پھر جو میں انھیں حکم دوں گا وہ اس کی تعمیل کریں گے۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام سنا تو فرمایا: اللہ اکبر، سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے میرے بھائی کو محفوظ رکھا۔ میرا انھیں سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ وہ میرے گھر میں آجائیں اور قوم ہی کے ایک فرد بن جائیں کیوں کہ ان کا مقام و مرتبہ مجھے بہت محبوب ہے۔ شاید ان کی وجہ سے اللہ میری اس آزمائش کو ٹال دے۔

جب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام سنا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں آپ لوگوں کو وہ حدیث نہ سناؤں جسے میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی سنائیں۔ تو انھوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میرے بعد (عجیب وغریب) فتنے، معاملات اور نئے نئے امور رونما ہوں گے۔'' ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ان سے نجات پانے کی جگہ کہاں ہوگی، تو آپ نے فرمایا: ''امین اور

اس کی جماعت کے پاس۔'' اور آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ (ابوہریرہ سے) یہ سن کر لوگ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: ہمیں بصیرت حاصل ہوگئی ہے، سو آپ ہمیں جنگ کا حکم دیں لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس بھی شخص پر میری اطاعت لازم ہے، میں اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ جنگ نہ کرے۔ پھر آپ کے قاتلوں نے بنی عمرو بن عوف کے وقت مقررہ سے پہلے ہی آپ کو شہید کر دیا۔ (فضائل الصحابة لاحمد : ۸۳۶ وسنده حسن)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنے ساتھیوں کو باغیوں کے خلاف جنگ کی اجازت نہ دینے کا سب سے بڑا سبب وہ وصیت تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کی تھی۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے آخری ایام میں) فرمایا: ''میرے ایک صحابی کو بلاؤ۔'' میں نے کہا: ابوبکر کو؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا: عمر کو؟ فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا: آپ کے چچا زاد علی کو؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا: عثمان کو؟ فرمایا: ''ہاں۔'' جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ''تم ذرا ایک طرف ہو جاؤ۔'' پھر آپ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ چپکے سے باتیں کرنا شروع کیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ فق ہونے لگا۔ (ابوسہلہ راوی حدیث کہتے ہیں) پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں محصور کر دیا گیا تو ہم نے کہا: امیر المؤمنین! آپ ان سے لڑتے کیوں نہیں؟ انھوں نے نے فرمایا: نہیں۔ (وجہ یہ ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا اور میں اس (وعدے) پر صبر کرنے والا ہوں۔ (سنن ابن ماجه: ۱۱۳۔ مسند احمد: ۶/ ۵۲ واللفظ له۔ وسنده صحيح) اس وعدے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی وصیت ہے کہ تم مفسدین کے غلط مطالبات کے سامنے مت جھکنا اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا۔

محمد ارشد کمال

امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت

(آخری قسط)

امام ابوبکر الآجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو مدد سے کیوں روکا جب کہ وہ مظلوم تھے اور وہ یہ جانتے تھے کہ ان (عثمان) کی طرف سے ان (صحابہ) کا لڑنا برائی سے روکنے کی مانند ہے اور حق کو قائم کرنے کی مانند ہے۔ تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ یہ تیری غفلت ہے، اگر وہ کہے کہ وہ کیسے؟ تو اسے کہا جائے گا کہ عثمان کا ان حضرات کو اپنی مدد سے روکنا کئی پہلوؤں کا احتمال رکھتا ہے جو سب کے سب لائق تعریف ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ عثمان یہ جانتے تھے کہ انھیں مظلوم ہونے کے طور پر قتل کر دیا جائے گا اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا کیوں کہ نبی ﷺ نے انھیں اس بات سے آگاہ فرما دیا تھا کہ بے شک تمھیں مظلوماً قتل کیا جائے گا سو تم صبر کرنا۔ یہ سن کر عثمان نے کہا تھا کہ میں صبر کروں گا اور جب ان لوگوں نے عثمان کا محاصرہ کر لیا اور عثمان رضی اللہ عنہ کو پتا چل گیا کہ وہ قتل ہو جائیں گے اور انھیں یہ بھی پتا چل گیا کہ نبی ﷺ نے ان سے جو بات ارشاد فرمائی تھی وہ برحق ہے اور جیسا نبی ﷺ نے فرمایا تھا ایسا بہرصورت ہونا ہے تو انھیں یہ بات پتا چل گئی کہ نبی ﷺ نے ان سے ان کی ذات کے حوالے سے صبر کا وعدہ لیا تھا تو عثمان نے اپنے کیے ہوئے وعدے کے مطابق صبر کیا اگر وہ اپنی ذات کے لیے دوسرے لوگوں سے مدد حاصل کرتے تو ایسی صورت میں وہ صبر کرنے والے شمار نہ ہوتے تو چونکہ انھوں نے اپنی ذات کے حوالے سے صبر کا وعدہ کیا تھا لہٰذا ایک وجہ تو یہ تھی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ عثمان یہ بات جانتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد تھوڑی ہے اور جو لوگ عثمان کو شہید کرنا چاہتے ہیں ان کی تعداد زیادہ ہے اگر عثمان ان حضرات کو لڑنے کی

اجازت دے دیتے تو اس بات کا اندیشہ موجود تھا کہ ان کی وجہ سے نبی ﷺ کے بہت سے صحابہ کی جانیں ضائع ہوجاتیں لہٰذا آپ نے اپنی جان قربان کر کے ان حضرات کو بچالیا کیونکہ آپ نگران تھے اور نگران پر یہ واجب ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنی رعایا کا بچاؤ کرے پھر اس کے بعد یہ پہلو بھی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ تو پتا تھا کہ وہ شہید ہو ہی جائیں گے تو انھوں نے اپنی ذات کے مقابلے میں ان حضرات کا بچاؤ کیا۔ یہ وجہ بھی ہے۔

اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ جب عثمان کو یہ پتا چل گیا کہ یہ ایک آزمائش ہے اور جب آزمائش کے دوران تلوار کو سونت لیا جائے تو پھر اس بات کا امکان موجود رہتا ہے کہ ایسا شخص بھی مارا جائے گا جو قتل کا مستحق نہیں تھا تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کے لیے یہ چیز اختیار نہیں کی کہ وہ دورانِ فتنہ تلوار سونت لیں۔ یہ بھی ان کی طرف سے اپنے ساتھیوں کے بچاؤ کی کوشش تھی کیوں کہ فتنہ عمومی ہوتا ہے اس میں اموال ضائع ہوجاتے ہیں، حرمتیں پامال ہوتی ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تمام حضرات کو ان چیزوں سے بچایا۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ عثمان نے مدد حاصل کرنے کے حوالے سے اس لیے صبر سے کام لیا تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان لوگوں کے خلاف گواہ بن جائیں جنھوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا تھا اور آپ کے حکم کی مخالفت کی تھی اور ناحق آپ کا خون بہایا تھا کیوں کہ اہل ایمان زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی وجہ سے کسی مسلمان کا خون بہہ جائے اور آپ نبی ﷺ کے بعد ایسے فرد بن جائیں جن کی وجہ سے کسی مسلمان کا خون بہایا گیا ہو۔ اس لیے آپ نے یہ طرز عمل اختیار کیا جب کہ آپ توفیق یافتہ تھے معذور تھے ہدایت یافتہ تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معذرت کے مقام پر تھے اور آپ کو شہید کرنے والے لوگ بدبخت تھے۔ (الشريعة، ص: ٥٣٥، ٥٣٦)

☆ باغیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت:

عبید اللہ بن عدی سے مروی ہے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت حاضر ہوئے جب آپ محصور تھے اور آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ تو تمام لوگوں کے امام ہیں اور آپ ایک ایسی

آزمائش سے دوچار ہیں جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ ہمیں امام فتنہ (باغیوں کا امام) نماز پڑھاتا ہے جس سے ہم تنگ دل ہوتے ہیں تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا عمل ہے جب لوگ عمدہ کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھائی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے الگ رہو۔ (صحیح البخاری: ٦٩٥)

☆ ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی آمد:

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام کنانہ کہتے ہیں کہ میں سیدہ صفیہ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ باغیوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہٹانا چاہتی تھیں۔ اشتر نخعی نے انھیں دیکھا تو ان کے خچر کے چہرے پر ضرب لگائی، یہاں تک کہ وہ ایک طرف جھک گئیں تو انھوں نے فرمایا: مجھے واپس لے جاؤ، کہیں یہ کتا مجھے رسوا نہ کر دے۔ پھر انھوں نے اپنے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان ایک لکڑی رکھ دی جس کے ذریعے سے وہ ان تک کھانا اور پانی بھجوایا کرتی تھیں۔ (تاریخ المدینة المنورة: ٢٣٨٣ وسنده حسن.)

کنانہ ہی سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر موجود تھا۔ اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کے لیے خچر پر ہودج تیار کریں تو ہم نے ان کے لیے ہودج تیار کیا پھر ہم انھیں اپنے حصار میں لیے قصرِ خلافت کے دروازے پر پہنچے تو وہاں اشتر نخعی اور اس کے ساتھ کچھ لوگ موجود تھے۔ اشتر نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو واپس اپنے گھر لوٹنے کو کہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا اس پر اشتر نے ان کے خچر کو نیزہ مارا جس سے وہ اچھلا اور ہودج ایک طرف جھک گیا یہاں تک کہ وہ گرنے کے قریب ہو گیا۔ جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمانے لگیں: مجھے واپس لے چلو، مجھے واپس لے چلو۔ اسی دوران میں چار قریشیوں کو قصر خلافت سے اٹھا کر باہر لایا گیا، انھیں زدوکوب کیا گیا تھا، وہ لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کر رہے تھے۔ اور وہ سیدنا حسن بن علی، سیّدنا عبداللہ بن زبیر، سیّدنا ابو حاطب رضی اللہ عنہم اور مروان بن حکم تھے۔

(مسند اسحاق بن راهويه: ٢٠٥٤ وسنده حسن)

شہادت سے متعلق خواب:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ صبح کے وقت لوگوں کے سامنے یہ بات بیان فرما رہے تھے کہ آج رات میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ فرما رہے تھے: ''عثمان! ہمارے پاس افطاری کرو۔'' عثمان نے روزہ رکھا ہوا تھا اور اسی دن وہ شہید کر دیے گئے۔'' (المصنف لابن أبي شيبة: ٣١١٥١ وسنده صحيح)

☆ شہادت:

ثقہ تابعی عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جس وقت وہ گھر میں محصور تھے تو انھوں نے فرمایا: ابن عمر! اٹھو اور قصرِ خلافت کا پہرہ دو۔ چناں چہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بنو عدی کی ایک جماعت لے کر اٹھے اور ان کے ساتھ ابن سراقہ، ابن مطیع اور ابن نعیم بھی کھڑے ہوئے۔ ابن عمر قصرِ خلافت (کے دروازے پر) آئے (اسے) کھولا اور ان (لوگوں) کو نصیحت کی لیکن انھوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو گریبان سے پکڑ لیا پھر اندر جا کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور ان (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کو خبر ہی نہ ہونے دی۔ عبداللہ کہتے ہیں: پھر میں اندر آیا تو دیکھا کہ ایک آدمی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی چارپائی کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا اس کی گردن میں تلوار تھی اور اس کے پیچھے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی بنت شیبہ بن ربیعہ تھی۔ میں نے اس کو سنا، وہ کہہ رہی تھی: اے ابن فلاں! یعنی ابن ابی بکر! آج ہمارا دفاع کرو۔ تو اس نے کہا: واللہ! تم تو ہمارے گھر والے ہو۔ (تمھیں بچانا تو ہمارا فرض ہے۔) (تاريخ المدينة المنورة: ٢٣٥٥ وسنده صحيح)

ابوسعید مولیٰ ابی اسید کہتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ فرما رہے تھے: ''عثمان! آج روزہ ہمارے ہاں افطار کرنا۔'' پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا اور قرآن سامنے رکھ لیا۔ ایک شخص اندر آیا تو آپ نے فرمایا: میرے اور تیرے درمیان اللہ کی کتاب ہے تو وہ آپ کو چھوڑ کر باہر نکل گیا پھر ایک اور آدمی اندر داخل ہوا جسے ''الموت الاسود'' (سیاہ موت) کہا جاتا تھا اس نے آپ کا گلا گھونٹا اور پھر (دوبارہ) آپ

کا گلا گھونٹا پھر وہ باہر نکلا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں نے ان کے حلق سے زیادہ نرم کوئی چیز نہیں دیکھی، اللہ کی قسم! میں نے تو اس قدر (زور سے) ان کا گلا گھونٹا، یہاں تک کہ میں نے ان کے سانس کو (یوں اکھڑتا ہوا) دیکھا جیسے کسی سانپ کا سانس اس کے جسم میں ہوتا ہے (کہ جس طرح وہ سانپ تڑپتا ہے ایسے ہی عثمان تڑپے تھے) پھر ایک اور آدمی اندر آیا تو آپ نے فرمایا: میرے اور تیرے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اس وقت قرآن مجید آپ کے سامنے تھا اس نے آپ پر تلوار سے وار کیا، آپ نے اپنے ہاتھ سے وار کو روکنا چاہا، جس سے آپ کا ہاتھ کٹ گیا۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ ہاتھ کٹ کر جسم سے الگ ہو گیا تھا یا نہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! یہ وہ پہلا ہاتھ ہے جس نے سورہ حجرات تا الناس کی کتابت کی تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ بنت فرافصہ نے اپنا زیور اتار کر اپنی گود میں رکھ لیا تھا اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے کی بات ہے پھر جب آپ کو شہید کر دیا گیا تو وہ آپ پر جھک گئیں اس پر ان (باغیوں) میں سے کسی نے کہا: اللہ اسے ہلاک کرے اس کے کولہے کتنے بڑے بڑے ہیں۔ یہ سن کر وہ جان گئیں کہ اللہ کے یہ دشمن صرف حصول دنیا کا ارادہ لے کر آئے ہیں۔ (المصنف لابن أبي شيبة: ٣٨٨٤٥۔ فضائل الصحابة لاحمد: ٧٦٥ وسنده صحيح)

عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا پہلا قطرہ قرآن مجید کی اس آیت پر گرا تھا: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾﴾ (البقرہ: ١٣٧) ''پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔''
(تاريخ المدينة المنورة: ٢٣٨٠ وسنده صحيح الى عبد الله بن شقيق)

ثقہ ومتقن محدث معاذ بن معاذ کہتے ہیں: مصحف عثمان میں ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ﴾ پر میں نے بھی خون کے نشانات دیکھے تھے۔ (تاریخ دمشق: ٣٩/ ٤١٥ وسنده حسن)

امام حسن بصری فرماتے ہیں: میں نے قاتلین عثمان کو دیکھا کہ انھوں نے لوگوں کو اس قدر کنکریاں ماریں کہ مجھے آسمان تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسی اثناء میں امہات المؤمنین میں سے کسی کے حجرے سے قرآن بلند کیا گیا اور کہا گیا: اسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو اس امر سے

آگاہ ہے کہ محمد ﷺ ہر اس شخص سے لاتعلق ہیں جو اپنے دین میں تفریق ڈالے اور گروہ بنا لے۔ (تاریخ المدینۃ المنورۃ: ۱۹۳۳ وسندہ صحیح)

اُم المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام کنانہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل کو دیکھا وہ سیاہ رنگ کا مصری تھا وہ قصرِ خلافت میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یا پھیلائے ہوئے اعلان کر رہا تھا کہ میں اس بے وقوف بوڑھے کا قاتل ہوں۔ (مسند علی بن الجعد: ۲٦٦٤ وسندہ حسن)

محمد بن طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ میں نے کنانہ سے پوچھا: کیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا خون کرنے میں محمد بن ابی بکر کا بھی کوئی کردار ہے؟ اس نے کہا: معاذ اللہ! وہ اندر گئے تھے لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کچھ بات چیت کی تو وہ باہر آ گئے ان کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کوئی تعلق نہیں۔ میں (محمد بن طلحہ) نے پوچھا: پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا تھا؟ اس نے کہا: جبلہ بن ایہم نے جس کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا اور اس نے اس بات کا تین بار اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس بے وقوف بوڑھے کا قاتل میں ہوں۔ میں (محمد بن طلحہ) نے کہا: اس وقت عثمان کہاں تھے؟ اس نے کہا: قصرِ خلافت میں۔ (مسند اسحاق بن راھویہ: ۲۰۵٤ وسندہ حسن)

امام نافع کہتے ہیں کہ اس دن (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کے لیے) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو مرتبہ زرہ پہنی تھی۔ راوی سلیم بن اخضر کہتے ہیں: اس دن سے مراد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا گھیراؤ اور ان کی شہادت کا دن ہے۔

(تاریخ المدینۃ المنورۃ: ۲۲۸۰ وسندہ صحیح)

خالد بن عرعرہ کہتے ہیں: شہادت عثمان کے دن لوگ بہت دہشت زدہ ہو گئے اور تلوار کا سونتا جانا ہم پر گراں ثابت ہوا، میں حالات سے بددل ہو کر گھر بیٹھ گیا پھر مجھے کسی کام سے بازار جانا پڑا تو میں گھر سے نکلا، دیکھا کہ قصر خلافت کے سائے میں تقریباً چالیس لوگ بیٹھے ہیں اور اس کے دروازے پر ایک زنجیر پڑی ہے۔ میں نے اندر جانا چاہا تو پہرے داروں نے

مجھے روک دیا مگر لوگوں نے کہا کہ اسے جانے دو، میں اندر داخل ہوا تو وہاں کئی سرکردہ لوگ موجود تھے۔ اسی دروان میں ایک خوبرو آدمی حلہ زیب تن کیے ہوئے آیا۔ اس نے قمیص نہیں پہنی ہوئی تھی اور سر پر پگڑی بھی نہیں تھی وہ بیٹھ گیا۔ پتا چلا کہ وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مستدرك حاكم : ١/ ٤٥٧ اسناده حسن)

محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں: میں (اپنے والد) علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک شخص نے انھیں آ کر کہا: بے شک امیر المؤمنین شہید کر دیے گئے ہیں پھر ایک دوسرے شخص نے آ کر کہا: بے شک امیر المؤمنین ابھی ابھی شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، میں بھی کھڑا ہوا۔ میں نے کسی اندیشے کے پیش نظر ان کو پکڑ کر روکا تو انھوں نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو۔ تیری ماں نہ رہے۔ پھر وہ بیت خلافت آئے اس وقت وہ (عثمان رضی اللہ عنہ) شہید کیے جا چکے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر سیدنا علی واپس اپنے گھر آئے اور دروازہ بند کر لیا۔" (تاریخ المدينة المنورة: ٢١٥١ وسنده صحيح)

امام حسن بصری کہتے ہیں: میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حلقے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر سے چیخ سنائی دی۔ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: اے اللہ! میں تیرے سامنے خون عثمان سے برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ (تاريخ المدينة المنورة : ٢١٦٧ وسنده حسن)

عاصم کے والد کلیب بن شہاب کہتے ہیں کہ میں بصرہ آیا تو دیکھا کہ لوگ لشکر تیار کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: انھیں کیا ہوا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں کو یہ اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف گئے ہیں۔ (تا کہ ان پر حملہ کریں) اس لیے یہ لوگ لشکر تیار کر رہے ہیں تا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کی مدد کریں۔ اتنے میں ابن عامر کھڑا ہوا، اس نے کہا: بے شک امیر المؤمنین نے صلح کر لی ہے اور (ان پر حملے کے ارادے سے جانے والے) لوگ واپس لوٹ چکے ہیں۔ یہ سن کر وہ سب اپنے گھروں کو لوٹ گئے اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت نے ان کو سخت رنج میں مبتلا کر دیا۔ کلیب کہتے

ہیں: میں نے اتنی کثیر تعداد میں بوڑھے لوگوں کو اتنا روتے ہوئے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو چکی تھیں۔ (المصنف لابن أبي شيبة: ٣٨٩١٢ وسنده حسن)

☆ صحابہ کا کردار:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے شہید کر کے ملت اسلامیہ کا اتحاد ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ کر دیا۔ آپ پر اعتراضات محض بہانہ تھے۔ اصل مقصد کچھ اور ہی تھا۔ اس پورے سانحے میں صحابہ کرام کا کردار کیا تھا؟

① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لیے تیار تھے لیکن اس کے لیے امیر المؤمنین کی اجازت بھی ضروری تھی۔ وہ آپ سے بار بار اجازت مانگتے رہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں نہ صرف لڑائی کی اجازت نہ دی بلکہ سختی سے منع فرما دیا تھا جس کی وجوہات گذشتہ سطور میں بیان ہو چکی ہیں۔

② صحابہ کرام باغیوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ امیر المؤمنین کو شہید نہ کرو۔ ملت اسلامیہ کا اتحاد ختم ہو جائے گا لیکن باغیوں پر ان کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔

③ صحابہ کرام اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھے امیر المؤمنین کا پہرہ بھی دیتے رہے۔

④ صحابہ کرام میں سے بعض امیر المؤمنین کا دفاع کرتے ہوئے زخمی بھی ہوئے۔ چنانچہ:

※ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر پتھروں کی بارش کی گئی جس سے ان کے دونوں کندھے بے حس ہو کر رہ گئے۔ (تاريخ دمشق: ٣٩/ ٣٦٨۔ ٣٦٩ وسنده حسن)

※ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما شدید زخمی ہوئے۔ انھیں زخمی حالت میں امیر المؤمنین کے گھر سے لایا گیا۔ (تاريخ المدينة: ٢٣٠٥ وسنده حسن)

※ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی شدید زخمی ہوئے تھے۔ (ایضاً: ١٩٧٤ واسناده حسن)

※ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے تھے۔ (مسند اسحاق بن راهويه: ٢٠٥٤ وسنده حسن)

※ سیدنا ابو حاطب رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے تھے۔ (ایضاً)

❋ ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کی گئی۔ (ایضاً)

⑤ صحابہ کرام اس سانحے پر بے حد پریشان ہوئے وہ اس پر افسوس کیا کرتے اور قاتلین عثمان پر لعنت کیا کرتے تھے:

❋ محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مقام مربد میں قاتلین عثمان پر لعنت کر رہی ہیں تو انھوں نے بھی اپنے ہاتھ اپنے چہرے تک بلند کیے اور دو یا تین بار فرمایا: میں بھی قاتلین عثمان پر لعنت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان (قاتلین عثمان) پر میدانوں اور پہاڑوں میں (ہر جگہ) لعنت کرے۔ (فضائل الصحابة لأحمد: ٧٣٣ وإسناده صحيح)

❋ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: واللہ! میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے قبل مجھے اسلام لانے کی پاداش میں باندھ رکھا تھا لیکن تم لوگوں نے جو سلوک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا ہے اس کی وجہ سے اگر احد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک جائے تو یہ اس کے لائق ہے۔ (صحيح البخاري: ٣٨٦٢)

❋ ربعی بن حراش کہتے ہیں: جس رات سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، اس رات انھوں نے پوچھا: یہ کون سی رات ہے؟ پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے اللہ! میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے تیرے حضور برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں نہ اس موقع پر حاضر ہوا، نہ میں نے ان کو قتل کیا اور نہ ہی کسی کو اس کا اشارہ کیا۔ (تاريخ المدينة المنورة: ٢٢١٤ واسناده حسن)

❋ ابو الاشعث سے مروی ہے کہ سیدنا ثمامہ القرشی رضی اللہ عنہ صنعا کے گورنر تھے۔ اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی۔ جب ان کے پاس شہادت عثمان کی خبر آئی تو وہ روئے اور بڑی دیر تک روتے رہے اور فرمایا: آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خلافت چھن گئی اور (اب) بادشاہت اور جبری سلطنت ہوگی جس نے کسی چیز پر قابو پایا وہی اس کو کھائے گا۔ (التاريخ الأوسط: ٣٦٠۔ الطبقات لابن سعد: ٣/ ٧٦ وسنده صحيح)



❊ زید بن وہب کہتے ہیں: ہمارے پاس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مکتوب گرامی آیا جسے لوگوں کے سامنے پڑھا گیا: السلام علیکم! اما بعد: ذی مروہ کا لشکر ہمارے پاس آیا تھا ہم نے جن باتوں پر ان سے مصالحت کی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہر حق والے کا حق ادا کریں گے۔ لہٰذا جس کا ہماری طرف کوئی حق ہے وہ اس لشکر کی طرف چلا جائے اگر اس نے تاخیر یا سستی کی تو اسے چاہیے کہ صدقہ کرتے ہوئے معاف کر دے کیوں کہ اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا: یا اللہ! ہم نے صدقہ کیا۔ ہم چالیس راتیں ٹھہرے پھر ہمارے پاس ان (عثمان رضی اللہ عنہ) کی شہادت کی خبر آ گئی۔ لوگ اس خبر کو سن کر بے حد مغموم ہوئے۔ میں (زید) اپنے ایک دوست کی طرف گیا جس کے پاس میں آرام کیا کرتا تھا، میں نے (اسے) کہا: لوگوں نے وہ کام کیا جو آپ دیکھ رہے ہیں ہم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت موجود ہے۔ آؤ ہم ان کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ وہ اس وقت امیر کوفہ تھے انھوں نے (ہمیں) فتنے سے بچنے اور گھروں میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔ ہم (وہاں سے) نکلے اور حذیفہ کے گھر آئے لیکن انھیں موجود نہ پایا ہم مسجد میں آئے تو انھیں ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے پایا۔ ان کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ میں نے کہا: میرے خیال میں اس آدمی کو (حذیفہ رضی اللہ عنہ سے) کوئی کام ہے سو ہم ان سے الگ جا کر بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں ایک اور آدمی آیا اور ان دونوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا اب ہم بھی اٹھے اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے انگوٹھے کو اپنے دانتوں کے نیچے دبائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے: تمھارے پاس (فتنہ) آئے گا جو سیاہ پتھر پھینکے گا پھر اس سے متصل دوسرا فتنہ آئے گا جو گرم پتھر پھینکے گا پھر ایسی اندھیر نگری ہوگی کہ بندہ صبح کو ہدایت یافتہ اور شام کو گمراہ ہوگا۔ شام کو ہدایت یافتہ اور صبح کو گمراہ ہوگا۔ اس دوران میں عقل مند شخص حیران و پریشان ہوگا، اسے پتا نہیں چلے گا کہ وہ خود گمراہ ہے یا ہدایت یافتہ۔ یاد رکھو! اس اندھیر نگری میں اتار چڑھاؤ ہوتے

رہیں گے جو کوئی اس کے وقفوں میں مر سکتا ہو وہ مر جائے۔ یہ سن کر وہ آدمی جوان کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہنے لگا: اصحاب محمد! اللہ تمھیں بدترین جزا دے، اللہ کی قسم! تم لوگوں نے ہم پر معاملہ خلط ملط کر دیا ہے، ہمیں نہیں پتا چل رہا کہ ہم بیٹھے رہیں یا کھڑے ہو جائیں۔ آپ نے جرعہ کے دن (جس دن ایک فتنہ رونما ہوا تھا) لوگوں کو کیوں نہ روکا؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تو خود کو بھی اور ابن الخضرامہ کو بھی اس سے روکا تھا اگر میں اسے نہ کہتا تو وہ ضرور اس میں کھڑا ہونے والوں اور گفتگو کرنے والوں میں سے ہوتا۔ (تاریخ دمشق : ۳۹/ ۴۷۸۔۴۷۹ وسندہ حسن)

- ابو خالد الوالبی کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابو خالد! انھوں نے (پہلے تو) ان (عثمان) سے تلافی مافات کے مطالبات کیے یہاں تک کہ انھیں دھلے ہوئے کپڑے کی مانند چھوڑ دیا پھر انھیں قتل کر ڈالا۔ (تاریخ المدینۃ المنورۃ: ۲۱۹۷، وسندہ حسن)
- طلق بن خشاف کہتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور عرض کیا: امیر المؤمنین کو کس جرم میں شہید کیا گیا؟ انھوں نے فرمایا: انھیں مظلوم شہید کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے قاتلین پر لعنت کرے۔ (التاریخ الأوسط للبخاري : ۳۸۴ وسندہ حسن)

⑥ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی شہادت عثمان میں شریک نہیں ہوا۔ تمام صحابہ خونِ عثمان سے بری ہیں۔

- سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں آسمان سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں تو یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا خون کرنے میں شریک ہوتا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۳۲۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ: ۲۲۲۲، وإسنادہ صحیح)
- امام ابوبکر الاجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اللہ کریم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہونے سے محفوظ رکھا۔ (الشریعۃ، ص : ۵۳۸)
- مؤرخ ومفسر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور یہ جو بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا اور آپ کے قتل کو پسند کیا

تھا یہ بات صحابہ میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی درست نہیں کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کو پسند کرتا تھا بلکہ سب نے اس کو ناپسند کیا اور اس سے نفرت کی اور اس فعل کے مرتکب کو برا بھلا کہا۔ (البدایة والنهایة : ۷/ ۳۵۶)

بعض لوگ جن صحابہ کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قتل عثمان میں شریک تھے ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ مثلاً:

❁ **محمد بن ابی بکر:** محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بلوائیوں کے ساتھ تھے اور انھوں نے سیدنا عثمان کی ڈاڑھی بھی پکڑی تھی لیکن جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھتیجے! اگر تیرا والد اس فعل کو دیکھتا تو اسے قطعاً پسند نہ کرتا تب انھوں نے شرمندہ ہو کر چھوڑ دی۔

یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ اولاً: مؤرخین نے بغیر سند کے یہ بات بیان کی ہے اور اگر اس کی کوئی سند ہے بھی تو وہ ضعف سے خالی نہیں۔ کوئی منقطع ہے۔ کسی میں کوئی ضعیف یا مجہول راوی ہے۔ کوئی ایک بھی صحیح یا حسن درجے کی ایسی روایت نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ محمد بن ابی بکر نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑی تھی۔

حیرت ہے کہ ان لوگوں کو ان ضعیف اور من گھڑت روایتوں میں محمد بن ابی بکر کا سیدنا عثمان کی ڈاڑھی پکڑنا تو نظر آ جاتا ہے مگر ان (ابن ابی بکر) کے یہ الفاظ نظر نہیں آتے کہ والله! ما قتلته ولا امسكته۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو ان (عثمان) کو قتل کیا اور نہ پکڑا۔

(تاريخ الإسلام للذهبي : ۳/ ۱۳٤)

بہرحال سیدنا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے نہ سیدنا عثمان کی داڑھی پکڑی اور نہ ان کے قتل میں شریک ہوئے۔

محمد بن طلحہ بن مصرف (وثقه المجهور) کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ صفیہ کے آزاد کردہ غلام کنانہ سے پوچھا: کیا سیدنا عثمان کا خون کرنے میں محمد بن ابی بکر کا کوئی کردار ہے؟ اس نے کہا: معاذ اللہ! وہ اندر گئے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کچھ بات چیت کی اور وہ باہر آ گئے ان کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (مسند اسحاق بن

راھویه: ٢٠٥٤ ، واسناده حسن) اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا شہادت عثمان سے کوئی تعلق نہیں۔

❁ **عبدالرحمٰن بن عدیس:** اسی طرح سیدنا عبدالرحمٰن بن عدیس رضی اللہ عنہ کا بھی نام لیا جاتا ہے کہ وہ اس مصری وفد کی قیادت کر رہے تھے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے آیا تھا۔

ہمارے علم کے مطابق کسی بھی صحیح یا حسن روایت میں یہ نہیں ملتا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عدیس شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں کسی بھی طرح سے ملوث ہوئے ہوں۔ اس سلسلے کی جتنی بھی روایات ہیں وہ یا تو محض باتیں ہیں، بلاسند ہیں، اور اگر کوئی سند ہے بھی تو وہ ضعیف ہے۔ الاستیعاب لابن عبدالبر اور تاریخ الاسلام للذہبی میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ بلاسند ہیں۔ بے شک علامہ ذہبی رجال کے ماہر امام ہیں لیکن ان کی ذکر کردہ ایسی بات جس کی کوئی سند ہی نہ ہو کس طرح دلیل و حجت بن سکتی ہے؟

❁ **عبداللہ بن بدیل بن ورقا الخزاعی:** سیدنا عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی رضی اللہ عنہ کا نام لیا جاتا ہے کہ انھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کے لیے آنے والے مغیرہ بن اخنس الثقفی کو قتل کیا تھا۔ (ضعیف تاریخ الطبری : ٨/ ٥٧٥) امام طبری کی بیان کردہ یہ روایت ضعیف ہے۔ جعفر بن عبداللہ المحمدی، حسین بن عیسیٰ اور اس کا والد مجہول ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں انقطاع بھی ہے۔ سیدنا ابن بدیل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک بھی صحیح یا حسن روایت ایسی نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ اس سانحہ میں ملوث تھے۔

❁ **عمرو بن حمق الخزاعی:** محمد بن سعد لکھتے ہیں کہ یہ (عمرو بن حمق) ان لوگوں میں سے تھے جو سیدنا عثمان (کو شہید کرنے) کے لیے نکلے تھے اور انھوں (عمرو) نے ان (عثمان) کی شہادت میں اعانت بھی کی تھی۔ (الطبقات : ٨/ ١٤٧) ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ ان چار آدمیوں میں سے تھے جو (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے ان کے) گھر میں دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے تھے۔ (الاستیعاب : ٣/ ٢٥٨) امام ابن سعد اور ابن عبدالبر نے یہ باتیں کہاں سے لی ہیں؟ کوئی اتا پتا نہیں۔ اس طرح کی باتوں کو بنیاد بنا کر کیسے کسی کو قاتل کہا

جا سکتا ہے؟ خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق وہ باتیں جن کی کوئی سند نہ ملے یا سند تو ملے مگر وہ بے کار اور فضول قسم کی ہو، اسے ہم کیسے حجت مان لیں۔

بہرحال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی بھی صحابی کے ملوث ہونے کی کوئی صحیح و صریح دلیل نہیں۔ سب سنی سنائی باتیں ہیں جنھیں بعض علماء نے بغیر تحقیق اور چھان بین کے اپنی کتب میں بیان کر دیا ہے۔

⑦ صحابہ کرام کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت تھی۔ حمید کہتے ہیں: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ علی و عثمان رضی اللہ عنہما (دونوں) کی محبت ایک دل میں اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ تو انھوں نے فرمایا: واللہ! وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے دلوں میں تو اللہ نے ان دونوں کی محبت کو اکٹھا کر دیا ہے۔ (تاریخ دمشق: ۳۹/ ۵۰۰ وسنده حسن)

⑧ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا سیاہ رنگ کا ایک مصری شخص تھا۔ (مسند ابن الجعد: ۲٦٦٤ وسنده حسن) جس کا لقب ''الموت الاسود'' (سیاہ موت) تھا۔ (فضائل الصحابة لأحمد: ۷٦٥ وسنده صحيح) اور نام جبلہ بن ایہم تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا۔ (مسند إسحاق بن راهويه: ۲۰۵٤ وسنده حسن) اسے حمار (گدھا) بھی کہا جاتا تھا۔ (تاريخ خليفة، ص ۱۰۳ وسنده حسن)

☆ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا انجام:

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف (ان کو شہید کرنے) نکلے تو انھوں (سیدنا حذیفہ) نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ لوگ ضرور بالضرور ان کو شہید کر دیں گے۔ میں نے کہا: اس صورت میں عثمان کہاں جائیں گے؟ انھوں نے جواب دیا: جنت میں۔ میں نے کہا: اور ان کے قاتل کہاں جائیں گے؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! وہ جہنم میں جائیں گے۔ (الشريعة لآجري: ۱۵۲۲ وإسناده صحيح)



www.tohed.com